حرف و سخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

مسعود حسین خان کی لسانی خدمات

Masood Hussain Khan's Contributions to Linguistics

1. **Nuzhat Shaheen** .

Ph.D Urdu scholar Minhaj University Lahore

2. **Prof.Dr.Mukhtar Ahmad Azmi**

Department of Urdu Minhaj University Lahore

Abstrsct:

Masood Hussain Khan is a learned philologist, distinguished critic, prominent researcher and eminent historian of Urdu Literature. Due to his strong command on Deccani literature and language, Deccani studies is considered to be his specialty. Along with comparative and Diachronic linguistics, he has focused his studies on various subjects of linguistics, including phonetics, phonology, morphology, syntax, semantics, pragmatics, stylistics, text editing, lexicography, prosody, rhythm, and intonation. His exceptional achievements in these fields make him a prominent figure in the field of linguistics. Although Masood Hussain Khan has a long history of literary contributions but his recent linguistic achievements are more comprehensive and vivid. These achievements play an important role in giving Urdu Linguistics a special identity and direction.HIS efforts in Urdu Linguistics are impressive because of profound intelligence, bold research and convincing writing style. In modern times, linguistics is considered a science. Masood Hussain Khan's research work, "Muqaddama Tareekh Zaban-e-Urdu" (Introduction to the History of Urdu Language) has gained international recognition. Beyond doubt, this is the first book of its kind in linguistic research which has opened many new doors and vistas for linguistic scholars and researchers.

Keywords: Philologist,researcher,historian,diachronic linguistics, phonetics,phonology.morphology,stylistics, profound intelligence, convincing writing style

مسعود حسین خان عہد رواں کے ماہر لسانیات ہیں۔ان کے لسانی شعور کا اندازہ ان کی لسانی تحقیقی کاوشوں سے لگایا جا سکتا ہے۔مسعود حسین خان اردو ادب کے عظیم ماہر لسانیات، ممتاز نقاد، محقق، مدون اور مورخ ہیں۔دکنی زبان و ادب پر مضبوط گرفت ہونے کی وجہ سے مسعود حسین خان ماہر دکنیات بھی ہیں۔انہوں نے زبانوں کی تاریخ و تقابل کے ساتھ ساتھ صوتیات، تشکیلیات، نحویات، اسلوبیات، تدوین متن، لغات، اصول زبان، اصلاح رسم الخط اور عروض و آہنگ سے متعلق تمام موضوعات کو اپنے مطالعے کا مرکز بنایا۔انہوں نے قابل قدر کارنامے انجام دیئے۔اس لیے ان کی حقیقی پہچان ماہر لسانیات کی ہے۔مسعود حسن خان کی ادبی خدمات کا سلسلہ طویل ہے مگر مسعود حسین خان

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کے جدید لسانیاتی کارنامے نہایت وسیع اور جامع ہیں۔ یہ کارنامے اردو لسانیات کو منفرد پہچان عطا کرنے اور اس کی سمت ور فتار کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی لسانیاتی کاوشیں اردو لسانیات کے ارتقاء میں عمیق ذہانت بے باک تحقیق اور مدلل طرز تحریر کی بنا پر قابل داد ہیں۔ عہد رواں لسانیات کا علم سائنسی علوم میں شامل ہے۔ مسعود حسین خان کی تحقیق "مقدمہ تاریخ زبان اردو" عالمی شہرت کی حامل ہے۔ انہوں نے اردو زبان اور اس کے مسائل کو مستقل لسانیاتی نقطہ نظر سے جانچنا شروع کیا۔ بلاشبہ یہ لسانیاتی تحقیق کے ضمن میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس نے لسانی محققین کے لیے کئی نئے در وا کیے ہیں۔ مسعود حسین خان کا مختصر تعارف موقعہ بر محل ہو گا۔

مسعود حسین خان کی پیدائش 28 جنوری 1919ء کو ہوئی۔ والد محترم محکمہ عدالت میں مجسٹریٹ تھے۔ مسعود حسین خان ان کی چار سال کے ہی تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہوگئے۔ دو سال بعد ماں فاطمہ بیگم بھی چل بسیں۔ بھائی بہنوں کے ساتھ ننھیال ''پتورہ'' میں پرورش پائی۔

1927ء میں مسعود حسین خاں جامعہ ملیہ کے درجہ دوم میں داخل ہوئے اور 1933ء تک یہیں زیر تعلیم رہے۔ اسکے بعد اپنے چچا محمود حسین خاں کے ساتھ ڈھاکہ پہنچے۔ وہاں گورنمنٹ ہائی سکول میں نویں درجے میں انگریزی میڈیم میں داخلہ لیا، امتیازی نمبروں سے میٹرک پاس کیا اور وظیفے کے مستحق ہوئے۔ انٹر میڈیٹ کے بعد اینگلو عرب کالج جو بعد کو دلی کالج اور اب ذاکر حسین کالج کہلاتا ہے، بی۔ اے میں داخلہ لیا اور امتیازی نمبروں سے پاس کرنے کے بعد علی گڑھ تشریف لے گئے اور یہاں سے 1941ء میں ایم۔ اے پاس کیا۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی اور پروفیسر آل احمد سرور ان کے خاص اساتذہ میں تھے۔ ستمبر 1943ء میں ''اردو زبان کی ابتداء وارتقاء'' موضوع کے تحت پی۔ ایچ۔ ڈی میں آل احمد سرور کی نگرانی میں رجسٹریشن کرایا اور 1945ء میں ڈگری حاصل کی۔ دوبارہ انہوں نے 1950ء میں لندن یونیورسٹی کے ''سکول آف اور نینٹل اینڈ افریکن اسٹیڈیز'' (SOAS) میں لسانیات میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیلئے داخلہ لیا لیکن اس دوران وہ پیرس چلے گئے اور یہیں اپنی تحقیق پوری کی۔ (1)

مسعود حسین خان نے ملازمت کی ابتداء 1943ء میں آل انڈیا ریڈیو، دہلی میں پروگرام اسسٹنٹ کی حیثیت سے کی۔ پھر لکچرر کی حیثیت سے علی گڑھ یونیورسٹی میں بحال ہوئے۔ 1955ء میں پونا میں ماہر لسانیات کی کانفرنس میں شرکت کی۔ 1959ء میں فیلوشپ پر امریکہ کا سفر کیا۔ حیدر آباد عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدر شعبہ کی حیثیت سے بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ بیشتر ادبی اور تحقیقی کارنامے یہیں انجام دیئے۔ 1968ء میں صدر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کیلئے منتخب کئے گئے اور جب لسانیات کا الگ شعبہ قائم ہوا تو اس شعبے کی ذمے داری سنبھالی۔ 1968ء میں چھ ماہ کیلئے ہفتہ وار ''ہماری زبان'' اور سہ ماہی ''اُردو ادب'' کے ایڈیٹر رہے اور انجمن ترقی اردو ہند کے قائم مقام سکیرٹری بھی۔ 1973ء میں جامعہ اردو علی گڑھ کے وائس چانسلر بنائے گئے۔ کچھ ہی مہینے بعد جامعہ ملیہ دہلی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ بالآخر 1981ء، میں شعبہ لسانیات علی گڑھ سے سبکدوش ہوئے۔ 1978ء میں انہیں یو۔ جی۔ سی کی جانب سے ایک بڑا اعزاز پروفیسر ایمریٹس عطا ہوا۔ علاوہ ازیں ان کی علمی وادبی خدمات کے پیش نظر بہت سارے اعزازات وانعامات سے انہیں نوازا گیا۔

انہوں نے زبانوں کی تاریخ و تقابل کے ساتھ ساتھ صوتیات، تشکیلیات، نحویات، اسلوبیات، تدوین متن، لغات، اصول زبان، اصلاح رسم الخط اور عروض و آہنگ سے متعلق تمام موضوعات کو اپنے مطالعے کا مرکز بنایا۔ انہوں نے قابل قدر کارنامے انجام دیئے۔ وہ شاعر نقاد اور محقق سے زیادہ ماہر لسانیات کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ان کی تحقیق ''مقدمہ تاریخ زبان اردو'' نے انہیں ایک عہد ساز شہرت عطا کی۔ ڈاکٹر حامد اللہ کی رائے میں:

> ''مسعود حسین اردو دنیا میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ زور کے بعد وہ پہلے ادیب ہیں جنہوں نے اردو زبان اور اس کے مسائل کو مستقل طور پر لسانیاتی نقطہ نظر سے جانچنا شروع کیا۔ بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مقدمہ تاریخ زبان اردو اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔'' (2)

''مقدمہ تاریخ زبان اردو'' مسعود حسین خان کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر 1945ء میں انہیں پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند دی گئی۔ بعد میں کچھ ترمیم واضافے کے ساتھ انہوں نے اسے کتابی شکل میں 1948ء میں شائع کرایا۔ اس کتاب کے ساتویں ایڈیشن میں انہوں نے مزید اضافے کئے۔ وہ فرماتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

”اب اس ساتویں اشاعت میں نہ صرف پچھلے 28 سال کی نئی معلومات کی روشنی میں اضافہ و ترمیمات کی گئی ہیں بلکہ اس کا تیسرا باب از سر نو لکھا گیا ہے۔ ایک لحاظ سے یہی باب اس تحقیقی مقالے کی جان ہے۔“(3)

اس کتاب کے ذریعے پہلی بار انہوں نے محمود شیرانی کے نظریے کی پر زور مخالفت کی اور اُردو کا رشتہ محمود غزنوی کے حملے کی بجائے محمد غوری کی فتح دہلی سے جوڑا گیا۔ ان کا ماننا ہے کہ مسلمانوں کی ہند آمد سے قبل ہی یہاں اُردو کی بنیاد پڑنی شروع ہو گئی تھی۔ وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قدیم اردو کی تشکیل براہ راست دو آبہ کی کھڑی اور جمنا پار کی ہریانوی کے زیر اثر ہوئی ہے۔”مقدمہ تاریخ زبان اردو“ کے بارے میں گیان چند جین لکھتے ہیں:

”مقدمہ تاریخ زبان اردو، تاریخی لسانیات کی کتاب ہے لیکن اس میں اُردو کی بہت سی کتابوں اور مصنفین کے حوالے آئے ہیں جن کا تعلق ادبی تحقیقات سے ہے۔“ (4)

اگلے باب میں مسعود حسین خان کا لسانیاتی مطالعہ خالص تجزیاتی و توضیحی شکل میں سامنے آتا ہے جس سے گیان چند جین کے مذکورہ خیال کی تردید ہوتی ہے۔ مسعود حسین خان نے ہریانی کے ساتھ ساتھ نواح دہلی کی دیگر بولیوں کو بھی غیر معمولی اہمیت دی ہے۔

مسعود حسین کے خیال میں ملک کے جن جن حصوں میں آریا پھیل گئے تھے وہاں کے مذہبی اور ادبی طبقوں میں یہ سمجھی اور بولی جاتی تھی۔ جو لوگ بول نہ سکتے وہ بھی سمجھ ضرور لیتے تھے۔ ہندوستانی بولیوں میں کثرت میں یہ وحدت کا کام دیتی ہے۔ ہندوستان کے قدیم ناٹکوں میں جن کا تعلق پہلے سنہ عیسوی سے ہے سنسکرت بولنے والے کرداروں کا تعلق عام طور سے براہمنوں یا اعلیٰ طبقے کے لوگوں سے ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سنسکرت کا رواج خاص خاص طبقوں میں کافی عرصے تک رہا۔ اس لئے یہ عام خیال لسانیات کی رو سے بالکل غلط ہے کہ سنسکرت کبھی بھی بول چال کی زبان نہیں۔ وہ تو صرف گھڑی، یگوں میں بولی جانے والی زبان تھی۔

مسعود حسین خان بتاتے ہیں کہ اونچے اور ادبی طبقے میں بول چال کی زبان ہونے کا وافر ثبوت ہمیں سنسکرت کے قدیم قواعد نویس یاسکا (مصنف نروکتا) کے یہاں ملتا ہے جو اس زبان کو ”بھاشا“ زبان کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس میں ویدوں کی زبان میں امتیاز کرتے ہیں۔ پانِنی (300ق۔م) نے بھی اس زبان کو بھاشا کہا ہے وہ بھی ویدک سنسکرت کو مردہ اور ادبی سنسکرت کو زندہ زبان جانتا ہے۔ کات یاین اور تپین جلی جو پانِنی کے بعد آتے ہیں اس فرق کو برقرار رکھتے۔ ادبی سنسکرت کی سب سے پہلی جھلک ہمیں آخری برہمنوں اپنشدوں اور سوتروں میں ملتی ہے۔ اس زمانے میں دراصل لفظ سنسکرت صفت کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ”سنسکرت واکیم “ٹھیک اس زبان کو کہتے تھے جسے اُردو میں شستہ زبان کہا جاتا ہے۔

ان کی رائے میں رفتہ رفتہ سنسکرت کا رواج کم ہونے لگا اس نے مذہب اور ادب کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس کے زوال کا سب سے بڑا سبب مذہبی انقلاب تھا اس کے مقابلے میں ویدک مذہب کے لوگ اپنی زبان کی حفاظت سختی سے کرنے لگے اور سنسکرت اک فرقے کی زبان بن کر رہ گئی۔ استعارہ میں یہ بات یوں کی گئی ہے کہ زبان کا جو دھارا آریوں کے وقت سے بہنا شروع ہوتا ہے اس کی ایک شاخ جھیل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ”حسین لیکن محدود“ دراصل آریوں کی ’ابتدائی زبان‘ ہی سے ویدک سنسکرت اور ادبی سنسکرت پیدا ہوئیں۔

مسعود حسین خان بتاتے ہیں کہ اپ بھرنش کو بنگال میں بدھ مت کے مبلغین نے مذہبی کاموں کیلئے استعمال اور پنجاب میں بھی ”گورکھ پنتھیوں “نے اپنے مذہب کی اشاعت اسی زبان میں کی آہستہ آہستہ اس زبان کی ترقی و ترویج کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اپ بھرنش نے گھریلو زبان کی حیثیت اختیار کر لی اور اس زبان میں عوام کے زبردست مذہبی و عشقیہ واردات کے نمونے ملتے ہیں۔ مسعود حسین خان کے مطابق ڈاکٹر کیتھ کا خیال بالکل غلط ہے، اپ بھرنش آبھیرہ اور گوجر قبائل کی زبان ہے اور یہ بات پرانی بنگلہ کی شاعری اور ودیانتی کی تصانیف سے ظاہر ہے۔

”رفتہ رفتہ یہ اپ بھرنش ادبی زبان بن کر رہے گی اور اپنے آخری دور میں 1000ء میں یہ بہت کچھ موجود زمانوں کی قدیم شکلوں میں ملتی جلتی ہے۔ موجودہ ہندوستانی زبان شور سینی اپ بھرنش کی درمیانی منزل کو بعض اوقات ”اوہٹ“ بھی کہا گیا ہے۔ودیا نتی کی شاعری اس میں ہے اس میں عام طور پر مروجہ بولیوں کی آمیزش پائی جاتی ہے اسی ”اوہٹ“ میں جب پراکرتی روایات کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے تو اسے پنگل کہتے ہیں۔راجپوتانہ کے بھاٹ شاعر اپنی ڈنگل (قدیم راجستھانی) کے ساتھ ساتھ اس میں بھی شاعری کرتے ہیں۔“(5)

مسعود حسین خان کا خیال ہے کہ یہ بتانا نہایت مشکل ہے کہ اپ بھرنش کس سنہ میں ختم ہوتی ہے اور کب آریائی زبانوں کا آغاز ہوتا ہے۔ایک اندازے کے مطابق ان کا آغاز 1000ء سے ہوتا ہے کیونکہ یہ سیاسی الٹ پھیر کا زمانہ تھا اور مسلمان شمالی ہند کو زیر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔اس دور میں سنسکرت کا رواج کم ہوتا گیا اور ہندوستان کے لوگوں کا شعر وادب سنسکرت سے آزاد ہوتا گیا۔

مدھیہ دیش کی زبانوں سے گہرا رشتہ رکھنے والی زبانوں کے متعلق مسعود حسین خان بتاتے ہیں کہ ان میں پہاڑی بولیاں، مغربی پہاڑی، گجراتی، راجستھانی اور پنجابی زبان کے اثرات ملتے ہیں۔پہاڑی بولی نیپال میں بولی جاتی ہے اور ’دیوناگری‘ رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔درمیانی پہاڑی بولی کی ایک اور شکل مغربی پہاڑی بولی ہے یہ شملہ اور اس کے آس پاس کے پہاڑی علاقوں میں بولی جاتی ہے اس علاقے میں بیس بولیاں رائج ہیں لیکن ان میں تحریری ادب نہیں ملتا۔مسعود حسین خان رقم طراز ہیں :

”سب پہاڑی زبانیں راجستھانی سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہیں۔خاص طور سے درمیانی پہاڑی کا تعلق جے پوری اور مغربی پہاڑی کا تعلق ماڑواڑی سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں اکثر راجپوت قبائل راجپوتانہ سے نکل کر یہاں بس گئے تھے اس وجہ سے یہاں کی بولیوں پر راجستھانی زبان کا گہرا اثر پڑا۔“(6)

پنجابی زبان کے ضمن میں وہ بتاتے ہیں کہ گریرسن نے اپنے لسانی جائزے میں اس بات کو واضح کیا تھا کہ لاہور کے مغرب میں جو زبان بولی جاتی ہے وہ اپنی ساخت کے اعتبار سے اندرونی بولیوں سے مختلف ہے اور اس زبان کو لہندا یا مغربی پنجابی کا نام دیا ہے۔البتہ ادبی اُردو اور ہندی میں تو اس کا استعمال غلط تسلیم کیا جاتا ہے اس اعتبار سے اردو برج بھاشا کی پیرو ہے وہ لکھتے ہیں :

”گریرسن کے خیال میں معیاری پنجابی باری دوآب کی بولی ”ماجھی“ ہے جس کا مرکز امرتسر ہے یہ محض اتفاق تھا کہ اس زبان کے ابتدائی یورپی سکالروں نے لدھیانہ کی زبان کو معیاری پنجابی مانا ہے۔لدھیانہ عرصے تک انگریز مشنریوں کا اڈا رہا ہے۔“(7)

مغربی ہندی اور اس کی بولیوں کے بارے میں مسعود حسین خان کی رائے ہے کہ مغربی ہندی کا سلسلہ مدھیہ دیش سے ملتا ہے یہ مغرب سے لے کر جنوب تک کے مختلف علاقوں میں بولی جاتی ہے۔زبان کی شاخ میں مغربی ہندی ہی ایسی زبان ہے جسے ہم اندرونی کہہ سکتے ہیں۔مسعود حسین خان بتاتے ہیں کہ انہیں یہ نام گریرسن نے دیا اوا س نے سب سے پہلے مشرقی اور مغربی ہندی میں فرق کیا۔مغربی ہندی مدھیہ دیس کی زبان ہونے کی وجہ سے ہند آریائی زبان کی خیر خواہ ہے۔لسانیاتی اعتبار سے مغربی ہندی کا تعلق براہ راست شور سینی اپ بھرنش سے ہے اس زبان کا مرکز ہمیشہ متھرا رہا ہے۔

اردو کی ابتداء کے متعلق مسعود حسین خان بتاتے ہیں جیسے کہ ہمارے ہاں لسانی تحقیق کے مردمیدان آزاد ہیں جنھوں نے سب سے پہلے ”آب حیات“ میں اُردو زبان کی تاریخ کو سلسلہ وار بیان کرنے کی کوشش کی دراصل وہ شمالی ہند کی بولیوں کے باریک اختلاف سے واقف نہ تھے۔اس لئے انہوں نے اُردو کا ماخذ برج بھاشا کو بتایا ہے۔ برج بھاشا دراصل شور سینی اپ بھرنش کی سچی جانشین ہے لیکن کھڑی بولی کی ماں نہیں بہن ہے۔آب حیات کا پہلا جملہ یہ ہے کہ ”اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری اردو برج بھاشا سے نکلی ہے“، لیکن مسعود حسین خان کے نزدیک ڈاکٹر دھریندر ورما اس کے برعکس ”کاویہ نرنیے“ میں بتاتے ہیں :

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

''اردو کا ڈھانچہ برج بھاشا پر تیار نہیں کیا گیا قدیم اُردو کھڑی بولی اور جمنا پار کی ہریانوی بولی سے قریب تر ہے۔جدید اردو صرف و نحو کے اعتبار سے مراد آباد اور رام پور کے اضلاع کی بولی سے قریب ترین ہے۔برج بھاشا نے بعد کو اردو معیاری لب ولہجہ متعین کرنے میں مدد ضرور دی ہے۔'' (8)

اس ضمن میں مسعود حسین خان لکھتے ہیں کہ اُردو اور برج بھاشا میں بعض صوتی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ان کے نزدیک مغربی ہندی کی پانچ بولوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔دراصل جدید اردو کا معیاری لہجہ برج بھاشا کی ہی پیروی کرتا ہے لیکن ہریانی کھڑی بولی اور پنجاب میں 'ڑ'، 'ڑھ' آوازوں پر 'ڈ'، 'ڈھ' آوازوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔اس اعتبار سے قدیم اردو اور دکنی، ہریانوی زبان کی پیروی کرتی ہے لیکن لسانی ارتقاء کے اصولوں کے زور سے 'ڑ' اور 'ڑھ' کی آوازیں زیادہ صاف خیال کی جانے لگیں۔اس لئے برج بھاشا کی طرح جدید اردو اور ہندی میں ڈ اور ڈھ جب بھی لفظ کے درمیان آتے ہیں تو عام طور سے ڑ اور میں تبدیل ہو جاتے ہیں مثلاً:

''اردو اور برج	دکنی	ہریانوی اور کھڑی بولی
بڑھانا	بڈھانا	بڈھانا
بڑائی	بڈائی	بڈائی

(نمونہ پنجاب میں اردو)''(9)

موصوف کی رائے ہے کہ فعل امر کے متعلق شیرانی جو جتاتے ہیں ٹھیک ہے (امر کا قاعدہ اُردو پنجابی میں بالکل ایک ہے) لیکن ہمارا یہ قاعدہ بھی بالکل ٹھیک ہوگا کہ امر کا قائدہ اُردو اور بنگالی، اُردو اور گجراتی، اردو اور مرہٹی میں بالکل یکساں ہے لیکن امر کا قاعدہ اردو اور پنجابی کے ساتھ مخصوص نہیں لیکن ہندوستان کی تمام جدید آریائی زبانوں میں امر اسی طرح بنتا ہے،اس طرح تھا،اس طرح 'تھا' کے متعلق پروفیسر نے ایک نیا نظریہ پیش کیا کہ یہ ملتانی زبان کے صدر ''تھوینا''، بمعنی ہونا سے نکلا ہے:

''تھا اس غریب کو لغات نگاروں نے مصدر 'ہونا' کا پسر خواندہ بنادیا ہے ان کا بیان ہے کہ یہ ہونے کی ماضی ہے..سنسکرت اور پراکرت کی آڑ میں خدا جانے ہم سے کیا کیا اگلوایا جارہا ہے لیکن اک موٹی سی بات یہ ہے کہ لفظ سنسکرت کے ماخذ سے نکالا جائے اب میں بجائے اس کے کہ 'تھا' کو ہونا کے سر باندھوں اور پھر ہونا کو سنسکرت کے 'بھو' سے استخراج کروں یہ زیادہ موزوں سمجھتا ہوں کہ اس کو ملتانی زبان کے مصدر (تھیونا) بمعنی 'ہونا' کی ماضی مان لوں تھیونا کی ماضی 'تھیا' آتی ہے۔اُردو والوں نے اسے یائے اشام سمجھ کر تھا اڑا دیا ہے اور 'تھا' اس قدر قدیم ہے کہ ہندی کا سب سے قدیم جملہ جو ہمیں تاریخ میں ملتا ہے اس میں موجود ہے۔''برکت شیخ 'تھیا' 'اک موا اک نہا'' (10)

مسعود حسین خان بتاتے ہیں کہ اُردو کے اخراج کے متعلق شیرانی نے اسی قسم کے دلائل پیش کئے ہیں۔دراصل تھیونا، اور تھیا ملتانی زبان میں مصدر اور فعل ماضی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں لیکن تھیا پنجابی اور ملتانی میں فعل امدادی ماضی کے طور پر استعمال نہیں ہوتی کیونکہ پنجابی کی ماضی میں فعل امدادی ساں، سی، سوں آتا ہے اور جہاں تک شیخ تھیا والے جملے کا تعلق ہے اس میں بھی اختلاف ہے یہ شیخ تھیا نہیں بلکہ شیخ تھیا ہے کیونکہ سندھ میں اسی عہدے کے ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں:

''پنجابی میں گا، گی، گے کے علاوہ مستقبل 'سی' کی تعریف سے بھی بنتا ہے جس کا تعلق لہندا زبان سے ہے دکنی میں اس قسم کی مثالیں مل جاتی ہیں۔''(11)

انگریزوں کی آمد کے بعد مقامی باشندوں میں جہاں جاہ حشم مذہب وروایت، سیاست و معاشرت کے حوالے سے تقسیم کا سلسلہ پیدا ہوگیا۔خاص طور پر ہندوؤں نے اُردو کو مسلمانوں کی جب کہ ہندی (سنسکرت سے بوجھل اُردو) کو ہندوؤں کی زبان قرار دیا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اسے بطور سرکاری زبان رائج کرنے پر زور دیا ہے۔اس تمام صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر مسعود حسین خان نے ''مقدمہ تاریخ اُردو'' کے عنوان سے پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ تحریر کیا جو 1984ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور دہلی سے شائع

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہوا۔1940ء کے بعد جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی، ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی خلیج کافی وسیع ہو چکی تھی اور آپس میں اختلافات کی سر ضربیں زبان پر بھی پڑ رہی تھیں چنانچہ ڈاکٹر مسعود حسین خان کا مقالہ اس وقت اُردو زبان کے زبان کے مقدمے کے طور پر پیش کیا گیا جس کا بنیادی موضوع یہ تھا کہ زبان کے معاملے میں سیاست کو دخل نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی زبان سے محبت میں سیاست سے ڈرنا چاہئے۔

اس طرح ڈاکٹر مسعود حسین خان نے اُردو زبان کی تاریخ کو ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے کئی صدیاں بیشتر سے شروع کرتے ہوئے آگے تک پہنچاتے ہیں اس حوالے سے اگر آریوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کہ ان کے بارے میں محض قیاس آرائیاں ہی کی گئی ہیں، کوئی حتمی رائے نہیں ملتی حتی کہ ہندوؤں کی قدیم کتابیں جو کئی ہزار برس قبل تحریر کی گئیں وہ بھی اس بارے میں خاموش ہیں۔البتہ ہندوؤں کے مذہبی عقیدے کی رو سے تبت انسان کا پہلا گھر سمجھا جاتا ہے اس لئے انہوں نے آریائی کو بھی اس علاقے سے منسوب کیا ہے۔ سنسکرت کی قدیم کتاب میں بھی آریوں کے بدیسی ہونے کا اشارہ نہیں ملتا اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آریائی لوگ ہندوستان کی زمین سے اٹھے تھے جو پھر ایران اور یورپ کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔

مجموعی طور پر اس کتاب نے بہت سی نئی بنیاد یں لسانی اعتبار سے اُردو کیلئے استوار کی ہیں۔ جن میں اُردو زبان کے لسانی تناظر میں پیش کئے گئے حقائق کے ذریعے کئی ایک مغالطوں کا ازالہ بھی کیا گیا ہے یقیناً لسانی تاریخ کے حوالہ سے یہ ایک گراں قدر تصنیف ہے۔

اسلوبیات کا مطالعہ لسانیات کے حوالے سے کیا جاتا ہے اور اسے جدید لسانیات کی اہم شاخ تعلیم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جدید لسانیات مفید سماجی علوم کا سہارا لے رہی ہے اور آج کے دور میں سماجی علوم کا بہت شور و غل ہے، صوتیات، لسانیات کی پہلی شکل ہے جس پر ناقد غور و فکر کرتا اور عمل کرتا ہے۔ اگرچہ اُردو کا نظام صوت دو حصوں پر مشتمل ہے ان میں ایک حصہ حروف صحیح پر مشتمل ہے جو تعداد میں (37) ہیں۔ڈاکٹر مسعود حسین خان اپنے مضمون ”اُردو حروف تہجی کی صوتیاتی ترتیب ”میں لکھتے ہیں:

> ”اردو نہ صرف صرف و نحو بلکہ صوتی لحاظ سے بھی ایک مخلوط زبان ہے اس میں خالص ہندوستانی آوازیں (ٹ، ڈ، رکھ، گھ وغیرہ) پائی جاتی ہے اور خاص عربی (ق) اور فارسی (ژ) بھی مسلمانوں کے داخلہ ہند کے فوراً بعد سے یہ مسئلہ ماہرین زبان کے سامنے رہا ہے کہ عربی رسم الخط کو جس کا ایرانی جامہ تیار ہو چکا تھا ہندوستانی زبانوں کا نمونہ کسی طور پر بنایا جائے۔“ (12)

اردو حروف تہجی کا صوتیاتی مطالعہ ڈاکٹر مسعود حسین کا دلچسپ موضوع ہے۔ انہوں نے صوتیاتی تحقیق پر بہت کام کیا ہے ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ نے ایک کتاب ”نذر مسعود“ شائع کی اس میں مسعود حسین خان کے اہم مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

لسانیات کا ایک اہم شعبہ ”توضیحی لسانیات “ ہے جس میں ایک خاص عہد میں زبان کے ارتقاء کی یا ایک مخصوص خول میں زبان کی ساخت اس کے اجزائے ترکیب ان کے باہمی تعلقات کا تجزیاتی اور توضیحی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ زبان کا نظام صوتی صرفی، نحوی اور معنیاتی نظاموں سے تشکیل پاتا ہے۔ توضیحی لسانیات اجزائے ترکیبی میں صوتی عنصر کو زیادہ اہمیت دیتی ہے اور زبان کے صوتی حکام کا تجزیہ توضیح کرتی ہے۔اُردو میں توضیحی لسانیات کیلئے کئی اصطلاحات مروج رہی ہیں:

> ”مسعود حسین خان نے توضیحی لسانیات کی ذیل میں اُردو زبان سے متعلق صوتیاتی اور فونیمیاتی مسائل کا جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کوئی مستقل کتاب تو نہیں لکھی البتہ مضامین اور مقالات کی صورت میں ان مسائل سے بحث کی ہے۔“ (13)

ڈاکٹر مسعود حسین خان کا مضمون ”اردو صوتیات کا خاکہ “اُردوئے معلی لسانیات شمارہ 4-5 جلد سوم میں شائع ہوا ہے۔ یہی مضمون ان کے مضامین کے مجموعے ” مقدمات شعر و زبن“ (1966ء) میں شامل ہے اور مقالات مسعود (1989ء) میں بھی یہ مضمون شامل ہے۔ تینوں جگہ اس مضمون کا متن ایک جیسا ہے اور اس میں ترمیم و اضافہ نہیں کیا گیا:

”ہر زبان کا صوتی نظام ہوتا ہے جس کے ارتقاء کی نشاندہی تاریخی لسانیات کے ذریعے کی جاتی ہے۔اُردو صحیح معنوں میں ایک ریختہ اور مخلوط زبان ہے اس کی قواعد میں ہر سطح پر لسانی اختلاف کے آثار پائے جاتے ہیں۔عربی فارسی کے اثرات اسلوبیات سے ہوتے ہوئے صرف ونحو بلکہ صوتیات تک نفوذ کر گئے ہیں۔آج ہم اردو زبان کا صحیح تصور اس وقت تک قائم نہیں کر سکتے جب تک کوئی شخص ’ز‘،’خ‘،’ف‘،’غ‘وغیرہ کا صحیح مخرج سے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔“(14)

مسعود حسین خان نے اس مضمون میں اُردو کی انفی آوازوں،اُردو کی آوازوں یا معکوسی آوازوں اور اُردو کے نفسی مصمتوں یا ہائیہ آوازوں کی نشاندہی کی ہے اور ان کی خصوصیات اور حروف تہجی میں ان کی حیثیت کا جائزہ لیا ہے۔ان کا خیال بھی صحیح ہے کہ اردو کا صوتی مزاج مصمتی خوشوں کے خلاف ہے اور اردو شروع میں آنے والے مصمتی خوشوں کو اپنے مزاج کے مطابق توڑ دیتی ہے البتہ الفاظ کے آخر میں آنے والے مصمتی خوشوں کو قبول کرتی ہے:

”ایسے الفاظ میں جن ’م‘ اور ’ن‘ کے پاس واقع مصوتے انفی رنگ اختیار کر لیتے ہیں اُردو کے بعض علاقوں میں بالخصوص دہلی اور اس کے اطراف میں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں جس کا اثر قدیم دکنی پر بھی نظر آتا ہے جہاں تک اُردو کے مصمتوں کا تعلق ہے تو اُردو میں صرف دو مصمتے ہیں ’ن‘ اور ’م‘ اردو کی معکوسی آوازیں ٹ،ٹھ،ڈ،ڈھ،ڑ،ڑھ کی آواز صرف لفظوں کے شروع میں آتی ہے آخر میں ہمیشہ نون غنہ کے ساتھ آتی ہے۔“(15)

اس ضمن میں مسعود حسین خان مزید لکھتے ہیں کہ اُردو کے تمام مصوتے ہند آریائی ہیں اور تعداد و نوعیت کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے مصوتوں سے کافی مختلف ہیں۔ان کے اظہار کیلئے جب عربی فارسی رسم الخط کو استعمال کیا گیا تو کافی مشکلات پیش آئیں۔ان سے ہمارے معلمین اور کاتب مختلف زبانوں میں مختلف انداز میں عہدہ براہوتے ہیں لیکن ان کی مقرر علامات میں اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔

مسعود حسین خان مسموعیت اور غیر مسموعیت کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ تسلسل کلام کی ایک اہم تجرید ہے اور اردو کی ایک قابل ذکر خصوصیت بھی ہے جس میں ایک آواز سے دوسری آواز تک منتقلی بہت زیادہ باریک اور ممیز نہیں ہوتی۔یہ لفظ کی سطح پر بھی پائی جاتی ہے یہ عام طور پر رجعی ہوتی ہے اس میں پائی جانے والی صوتیاتی عضویاتی خصوصیات کے لحاظ سے اسے تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔1-صوت تانت 2- نرم تالو 3- زبان وغیرہ:

”اس کے صوتی امتیاز کا انحصار تکلم کی رفتار پر ہوتا ہے یہ منفصل اتصالی اور زود انصالی طرز کے لحاظ سے متغیر ہوتی رہتی ہے جملوں اور مرکب الفاظ کے بارے میں یہ بات صحیح ہے"(16)

مسعود حسین خان کرتے ہیں کہ تجز صوتیات میں ”عروض“ کے تصور کو سب سے پہلے لسانیات کے دبستان پراگ میں فروغ حاصل ہوا۔خاص طور پر این۔ایس تردتیرانے کی مشہور تصنیف ”تجز صوتیات کے اصول “مسعود حسین کے نزدیک بیلی نے اسے پنجابی بولیوں کا ایک سادہ مصوتہ قرار دیا ہے۔چڑجی نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے موصوف کے خیال سے ان میں تکلم کی رفتار اور طرز کے لحاظ سے بھی تغیر پیدا ہوتا ہے:

”V= مصوتے (Vowel)مراد ہیں

C = (Consonant)مراد ہیں

N= علامت انفیت

L= طویل(Long)

S = مختصر(Short)“ (17)

حرفِ سخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

تاریخی و تقابلی لسانیات کے ساتھ ساتھ صوتیات اور اسلوبیات بھی مسعود حسین خان کے لسانیاتی مطالعے کا خاص میدان ہے۔ مسعود حسین خان اپنے کئی مضامین میں صوتیات کا کامیاب نمونہ پیش کیا ہے اُردو صوتیات کا خاکہ ،اقبال کا صوتی آہنگ اور مطالعہ شعر (صوتیاتی نقطہ نظر سے) وغیرہ لیکن اس ضمن میں ان کی سب سے اہا اہم اور منفرد کتاب Phonetic and Phonological Study of the word in Urdu جس کا ترجمہ مرزا خلیل بیگ نے ''اُردو و لفظ صوتیاتی اور تجزیاتی مطالعہ'' (1986ء) کے نام سے کیا۔

علم صوتیات دراصل وہ علم ہے جس میں تکلمی آوازوں سے بحث کی جاتی ہے۔ مسعود حسین نے اس کتاب میں صوتیاتی مطالعہ لفظ کی تعریف اور اس کی حد بندی کے متعلق گفتگو کی ہے۔ لفظ کی صوتیاتی ساخت سے بحث کی ہے اور صوت رکن اور یک صوت رکنی الفاظ کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے۔ صوتیاتی نقطہ نظر سے انہوں نے زبان کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے مصوتہ اور مصمتہ اور تجزیاتی نقطہ سے اُردو الفاظ سے بحث کرتے ہوئے اس کی انفیت اور محکومیت پر بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ مصوتی تسلسل، وسط مدنی مداخل، تشدید، ہائیت ، مسموعیت اور غیر مسموعیت جیسی عروضیات کا تجز صوتیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اس طرح مسعود حسین نے برطانوی ماہر لسانیات جے۔ آر فرتھ کے عروضی تجز صوتیات کا اطلاق اُردو میں کیا اور اُردو کے صوتیاتی نظام میں اس کی مکمل وضاحت کی۔ بقول صلاح الدین احمد:

> ''اردو لفظ کا صوتیاتی اور تجز صوتیاتی مطالعہ پروفیسر مسعود حسین کا گراں قدر علمی کارنامہ ہے۔ لسانیات بالخصوص توضیحی لسانیات سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کیلئے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔''(18)

اردو میں اسلوبیات کو متعارف کرانے کا سہرا بھی مسعود حسین خان کے سر ہے۔ اسلوبیات دراصل اطلاقی لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں ادبی اظہار کی ماہیت عوامل اور خصوصیات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ مسعود حسین خان نے اسلوبیات سے متعلق مضامین (1960ء) میں لکھنے شروع کئے اور ان کے نظریاتی مطالعے کے ساتھ عملی نمونے بھی پیش کے مسعود حسین خان نے غالب، اقبال، فانی عصمت اللہ خاں اور پریم چند جیسے مشاہیر ادب کی رشحات کو اسلوبیاتی جائزہ کے پیش کیا ہے:

> ''اردو میں اسلوبیاتی تنقید کے بھرپور آغاز کا سہرا پروفیسر مسعود حسین خان کے سر ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خان نے اُردو ادب کے مطالعہ میں اسلوبیاتی تنقید کے اصولوں کو اپنایا ۔''(19)

دکنی زبان و ادب پر مضبوط گرفت ہونے کی وجہ سے مسعود حسین خان کو ایک ماہر دکنیات کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ مسعود حسین نے اردو کیلئے بہت کام کیا جو متفرق رسائل اور جرائد اور ان کی دیگر مضامین اور کتب میں بکھرے پڑے ہیں۔ ان کتابوں کے نام ہیں مقدمات شعر و زبان، اُردو زبان و ادب، اُردو زبان کی تاریخ کا خاکہ ، اُردو زبان: تاریخ ، تشکیل، تقدیر ، مضامین مسعود، مقالات مسعود اور اُردو کا المیہ وغیرہ۔ مسعود حسین خان کے جدید لسانیاتی کارنامے نہایت اہم وسیع جامع اور پوری نصف صدی کو محیط ہیں۔ یہ کارنامے اردو لسانیات کو ایک پہچان عطا کرنے اور اس کی سمت و رفتار کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی لسانیاتی کاوشیں اردو لسانیات کے ارتقاء میں عمیق ذہانت بے باک تحقیق اور مدلل طرز تحریر کی بناء پر ہمیشہ یاد رہیں گی۔ مسعود حسین خان کی لسانی تحقیقی خدمات کا مختصر جائزہ لینے کے بعد بلا تامل یہ بات کہی جاسکتی ہے ان کا لسانی شعور بے مثل و بے مثال ہے۔

حوالہ جات:

1۔ سید احتشام حسین، (1967ء)،''ہندوستانی لسانیات کا خاکہ''، سید احتشام حسین، دیباچہ، لکھنؤ: دانش محل، ص:5
2۔ درخشاں زریں، ڈاکٹر، (2010ء)،''اردو لسانیات کی تاریخ (تحقیق و تنقید)''، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص:107
3۔ درخشاں زریں، ڈاکٹر، (2010ء) ،''اردو لسانیات کی تاریخ (تحقیق و تنقید)''، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ص:293

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

4۔ ایضاً،ص: 294

5۔ حامد اللہ ندوی، (1975ء)،''لکھنو کی لسانی خدمات''، ممبئی: مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر، ص:126

6۔ مسعود حسین خان، (2004ء)،''مقدمہ تاریخ زبان اُردو''علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، پیش لفظ

7۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، (1990ء)،''پرکھ اور پہچان''، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ص : 259

8۔ مسعود حسین خان،(2013ء)،''مقدمہ تاریخ زبان اُردو''علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ص:30

9۔ ایضاً،ص : 50

10۔ ایضاً،ص: 55

11۔ ایضاً،ص: 186

12۔ ایضاً،ص:191

13۔ ایضاً،ص:211

14۔ ایضاً،ص:212

15۔ مسعود حسین خان، (1989ء)،''مقالات مسعود''، نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ص: 96

16۔ نعمت الحق،''اردو لسانیات(تاریخ وتنقید کی روشنی میں)''، مقالہ پی۔ایچ۔ڈی اُردو، ملتان: ملتان یونیورسٹی، ص: 409

17۔ ایضاً،ص:9

18۔ ایضاً،ص:15

19۔ ایضاً،ص:68